Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 03, Issue 01, January-June 2024, PP: 183-194
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v2i2.2427
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

اصول درایت حدیث کا ارتقاء۔ایک تاریخی جائزہ

Evolution of the Principles of Hadith Comprehension ('Ilm al-Dirayah) A Historical Review

Waqas Ahmad Khan
M.Phil scholar DITC NUML Islamabad.
waqasahmadkhan438@gmail.com

Dr. Noor Wali Shah
Assistant Professor DITC NUML Islamabad
noor.walishah@numl.edu.pk

Abstract

There are two fundamental sciences used to understand the exact meaning of Hadith: 'Ilm al-Riwayah, the science of Hadith transmission, and 'Ilm al-Dirayah, the science of Hadith comprehension. Hadith scholars utilize both sciences to reveal the true intent of a Hadith. This paper focuses on 'Ilm al-Dirayah, the science of Hadith comprehension, exploring its principles from a historical perspective, known as 'Usul al-Darayah'. The research traces the evolution of these principles from their beginning to their formalization within traditional Islamic sciences. Islamic history indicates that the origin of 'Ilm al-Riwayah dates back to the era of Prophet Muhammad (PBUH). During that time, the companions adopted methodologies for Hadith authentication before adapting a Hadith. After the Prophet's (PBUH) demise, his companions diligently worked to reshape and develop these methodologies. In the first and second Hijri centuries, Muslim scholars significantly contributed to the evolution of this science, organizing it in a systematic manner. Their efforts have made it easier for contemporary researchers to evaluate Hadith in light of these established principles.

Keywords

'Ilm al-Dirayah, Hadith, Principles, Hadith Comprehension, Historical Review.

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

1 موضوع کا تعارف

درایت کا معنی ہے، معرفت، ادراک وغیرہ۔ فقہاء کرام اور محدیثین کے ہاں اس سے مراد وہ علم ہے جس سے حدیث کی صحیح متن کا ادراک ہو سکے۔ اس علم کی بنیاد پر فقہاء کرام نے ان احادیث کا بھی صحیح مطلب اور مفہوم سمجھایا ہے، جس میں بظاہر تعارض یا اس کے سمجھنے میں دشواری پیش آرہی تھی۔ اس طرح اس علم کی ابتداء خود آپؐ کے دور سے ہی ہوئی، اس کے بعد اس علم کی مثالیں صحابہ کرامؓ کی دور میں اور اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی اس علم کی مثالیں موجود ہیں۔ اس طرح صحابہ کرامؓ سے اور تابعین میں سے بھی بعض حضرات سے اس علم کے حوالے کچھ بنیادی اصول معلوم ہوتے ہیں۔ ان مثالوں کو بعد کی حضرات نے دیکھ کر اس کو ایک مستقل فن کے حیثیت سے دریافت کیا۔ جن میں سے بعض حضرات نے اس فن پر مستقل کتابیں تالیف کی۔ اس آرٹیکل میں اس علم کے آغاز، اس کی تاریخ اور اس علم میں رفتہ رفتہ ترقی کے حوالے سے جائزہ پیش کیا جائے گا اور ساتھ ساتھ میں بعد کے جن فقہاء اور محدیثین نے جو اصول آخذ کیے ہے ان تمام اصولوں کا بھی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

2 درایت کا لغوی معنی

لفظ درایت کا لغوی معنی ہے، معرفت، ادراک، سمجھ بوجھ۔

قرآن میں لفظ درایت انہی معنی میں استعمال ہوا ہے:

{وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يزَكَّى}1

اور اے پیغمبر تمہیں کیا خبر؟ شاید وہ سدھر جاتا۔

{وَمَا تَدْرِي نفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ}2

اور نہ کسی متنفس کو یہ پتہ ہے کہ کون سی زمین میں اسے موت آئے گی۔

اس طرح حدیث میں بھی یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے:

وإذا استيقظ أحدكم من نومه فليغسل يده قبل أن يدخلها في وضوئه فإن أحدكم لا يدري أين باتت يده3

جب تم میں سے کوئی سو کر اٹھے، تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھولے۔ کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ کہاں رات گزاری ہے۔

علامہ ابن منظورؒ نے اپنی کتاب "لسان العرب" میں یہ قول نقل کیا ہے کہ:

ويقال :أتى هذا الأمر من غير درية أي من غير علم4

یعنی کے یہ کام بغیر کسی علم یا معرفت کی بنیاد پر ہوا ہے۔

اس طرح "امام راغب اصفہانیؒ" نے اپنی "کتاب المفردات" میں نقل کیا ہے:

" الدّراية :المعرفة المدركة بضرب من الحيل"5

درایت سے مراد یہ ہے کہ: بہت کوشش یا محنت کے بعد کسی چیز کو معلوم کرنا۔

2.1 درایت حدیث کی اصطلاحی تعریف

اہل علم حضرات سے اس سلسلے میں دو تعریفیں منقول ہیں، جن میں سے ایک تعریف میں عموم ہے اور دوسری تعریف میں خصوص ہیں۔ عموم سے مراد یہ ہے کہ اس تعریف میں راوی اور مروی دونوں کے لیے قیود و شرائط ہو، جبکہ خصوص سے مراد یہ ہے کہ اس تعریف میں قیود و شرائط دونوں کے لیے نہ ہو بلکہ صرف مروی سے یعنی متن کے لیے ہو۔6

2.2 درایت کی عام اصطلاحی تعریف

درایت کی عام تعریفوں میں سے ایک تعریف "الشیخ طاہر بن صالح الجزائری الدمشقی" نے کچھ یوں کی ہے۔

علم دراية الحديث علم يتعرف منه أنواع الرواية وأحكامها وشروط الرواة وأصناف المرويات واستخراج معانيها۔7

وہ علم ہے جس سے روایت کی انواع، اس کے احکام، اور راویوں کی شرائط، مرویات کی قسمیں اور ان سے معانی کے استخراج کا علم ہوتا ہے۔

اس طرح علامہ زین الدین بن علیؒ نے علم درایت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ:

وهو علم يبحث فيه عن متن الحديث، وطرقه من صحيحها وسقيمها وعللها، وما يحتاج إليه ليعرف المقبول منه والمردود.8

وہ علم ہے جس میں حدیث کے متن، اس کی سند سے بحث ہوتی ہے اور حدیث کی صحت اور سقم کا پتہ چلتا ہے اور وہ اصول جن کے ذریعے مقبول اور مردود کا پتہ چلے۔

مذکورہ بالا تعریفیں عام ہے، یعنی ان تعریفوں میں متن حدیث کی معرفت اور راوی کی معرفت کا تذکرہ ہے۔

2.3 درایت حدیث کی خاص اصطلاحی تعریف

درایت حدیث کی خاص تعریف میں سے "علامہ حاجی خلیفہ اپنے "کشف الظنون" میں یہ تعریف نقل کرتے ہے:

وهو علم باحث عن المعنى المفهوم من ألفاظ الحديث وعن المراد منها مبنيا على قواعد العربية وضوابط الشريعة ومطابقا لأحوال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم9

یعنی علم درایت وہ علم ہے جو احادیث کے الفاظ کی معانی کے مفہوم سے بحث کرتی ہے اور اس مراد سے بحث کرتی ہے جو عربی قواعد اور شریعت کے ضوابط کے پر مبنی ہو اور آپؐ کے احوال کے مطابق ہو۔

اس طرح "صاحب الکشف الظنون" نے اس تعریف کی حمایت اس علم کے موضوع بیان کرنے میں کی ہے کہ:

وموضوعه : أحاديث الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم من حيث دلالتها على المعنى المفهوم أو المراد10

اس علم کا موضوع آپ ﷺ کی احادیث کی معنی کے مفہوم یا مراد پر ان کی دلالت کی حیثیت سے ہے۔

مذکورہ بالا تعریفوں کا خلاصہ کلام یہ کہ روایت کے صحت کا یقین حاصل کرنے کے لیے علم درایت لازمی ہے، جس کی بناء پر مقبول اور مردود احادیث کے درمیان فرق آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے۔

3 درایت حدیث اور نقد

علم درایت میں بحث چونکہ متن حدیث سے کی جاتی ہے، اس لیے حدیث کی صحت کا ادراک کرنے کے لیے علماء محدیثین نے حدیث کا متن اور سند دونوں کے متعلق ایک معیار مقرر کیا ہے۔ اس طرح "سند" پر بحث کو "خارجی نقد" اور متن پر گفتگو کو "داخلی نقد" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

3.1 درایتی اصولوں کا آغاز اور ارتقاء

دورِ نبوی: سب سے پہلے درایت کے اصولوں کا آغاز آپؐ کے زمانے ہی سے معلوم ہوتا ہے جن پر دلالت کرنے والی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

وعن أبي أسيد أن النبي صلى الله عليه وسلم قال إذا سمعتم الحديث عني تعرفه قلوبكم وتلين له أشعاركم وأبشاركم وترون أنه منكم قريب فأنا أولاكم به وإذا سمعتم الحديث عني تنكره قلوبكم وتنفر أشعاركم وأبشاركم وترون أنه منكم بعيد فأنا أبعدكم منه11

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میری طرف منسوب حدیث سنو (تو دیکھو کہ آیا) تمہارے دل اس سے مانوس ہو رہے ہیں اور تمہارے بال اور چمڑے اس کے لیے نرم ہو رہے ہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ وہ بات تم بھی کر سکتے ہو تو میں ایسی (حدیث بیان کرنے کا) بالاولی مستحق ہوں گا۔ لیکن اگر تم دیکھو کہ جو حدیث میری طرف منسوب ہے، تمہارے دل اس کا نکار کر رہے ہیں اور تمہارے بال اور چمڑے اس سے

نفرت کر رہے ہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ تم بھی (اس قسم کی) بات نہیں کر سکتے ہو، تو میں اس سے سب سے زیادہ دور رہنے والا ہوں گا۔

3.2 تجزیہ

آپؐ کی اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا کہ اس روایت کا تعلق حدیث کے متن سے ہے۔
یعنی کہ اگر کوئی حدیث سامنے آئے اور اس حدیث میں ایسا حکم ہو جس کو سن کر یہ واضح طور پر معلوم ہونے لگے کہ یہ ارشاد آپؐ کی ذات مبارک کے علاوہ کسی اور سے صادر نہیں ہو سکتی تو اسی پر یقین کرنا چاہیے، لیکن اگر معاملہ اس کے بر عکس ہو کہ کوئی بات ایسی ہو جس کو دل بالکل قبول ہی نہ کرنے یا اس بات کو سن کر دل میں اس کے متعلق شک پیدا ہو جائے تو اس بات کو چھوڑ دو یہ بات حدیث نہیں ہو سکتی۔

3.3 صحابہ کرامؓ اور نقد درایت

صحابہ کرامؓ کے دور میں مندرجہ ذیل روایتوں سے داخلی نقد حدیث کا علم معلوم ہوتا ہیں:

عن أبي هريرة قال:قال رسول الله صلى الله عليه و سلم الوضوء مما مست النار ولو من ثور أقط12

جس چیز کو آگ چھوئے، اس کے کھانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، اگرچہ پنیر کا ایک ٹکڑا ہی ہو۔

یہ حدیث جب حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت ابن عباسؓ کے سامنے روایت کی تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

فقال له ابن عباس يا أبا هريرة أنتوضأ من الدهن ؟ أنتوضأ من الحميم ؟13

کیا ہم گھی اور گرم پانی کے استعمال سے بھی وضو کریں؟

اس حدیث میں وضوء سے مراد کلی کرنا ہے۔ اس لیے حضرت ابن عباسؓ نے سوال کیا کیونکہ حدیث کا ظاہری معنی درایت کے خلاف تھا اور اس کے علاوہ اور بھی ایسے احادیث منقول ہے جن میں مما مست النار سے وضوء نہ ٹوٹنا ثابت ہے۔
اس طرح جب حضرت عائشہؓ کے سامنے یہ حدیث پیش کی گئی "کہ میت پر نوحہ کرنے سے میت کو عذاب ہوتا ہے" تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

وقالت حسبكم القرآن [ولا تزر وازرة وزر أخرى]14

اس کے بعد کہنے لگیں کہ قرآن کی یہ آیت تم کو کافی ہے کہ "کوئی کسی کے گناہ کا ذمہ دار اور اس کا بوجھ اٹھانے والا نہیں۔

اس حدیث میں عذاب کو اس صورت پر محمول کیا گیا کہ جب نوحے کا سبب میت بنے یعنی میت خود وصیت کرے کہ میرے مرنے پر نوحہ کیا جائے؛ کیونکہ اس حدیث کا مفہوم درایت کے خلاف تھا۔

اس طرح کے اور بھی بہت سارے مثالیں صحابہ کرامؓ کے دور میں پائی جاتی ہیں۔

3.4 فقہاء مجتہدین اور درایت کے اصول

دوسری صدی کے شروع میں حدیث پر کام کرنے والے علماء دو گروہوں میں منقسم ہو گیں اور دونوں کے اہداف اور کام بھی الگ الگ ہوئیں:

ا۔ ایک گروہ، وہ ہے جو صرف احادیث جمع کرتا تھا۔

۲۔ دوسرا گروہ، وہ ہے جو احادیث سے مسائل کا استنباط کرتا تھا۔

محدثین زیادہ تر حدیث قبول کرنے کے لیے سند کی چھان بین کرتے تھے، جبکہ فقہاء حضرات حدیث کی متن کی نقد و تحقیق کرتے تھے۔ شیخ طاہر الجزائري الدمشقي فرماتے ہے:

"الأمر الأول أن المحدثين قلما يحكمون على الحديث بالاضطراب إذا كان الاختلاف فيه واقعا في نفس المتن لأن ذلك ليس من شأنهم من جهة كونهم محدثين وإما هو من شأن المجتهدين وإنما يحكمون على الحديث بالاضطراب إذا كان الاختلاف فيه واقعا في نفس الإسناد لأنه من شأنهم"15

یعنی کہ محدثین اس صورت میں حدیث پر اضطراب کا حکم بہت کم لگاتے ہے جب حدیث کے متن میں اختلاف ہو؛ کیونکہ یہ محدثین کا کام نہیں، بلکہ یہ مجتہدین کا کام ہیں۔

اس طرح فقہاء میں سب سے پہلے امام ابو حنیفہؒ نے حدیث کے درایتی اصول کو مرتب انداز میں درج کیا۔

4 امام ابو حنیفہؒ کے نقد و تحقیق کے اصول

امام صاحبؒ کا تعلق کوفہ سے تھا، آپ کی پیدائش ۸۰ھ، جبکہ وفات ۱۵۰ھ کی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے درایت کے وہ اصول جس کو "علامہ محمد بن محمد ابو زہو" نے اپنی کتاب "الحدیث والمحدثون" میں درج کی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ألا يخالف السنة المشهورة سواء أكانت سنة فعلية، أم قولية عملا بأقوى الدليلين.

یعنی کہ حدیث کا متن حدیثِ مشہور کے خلاف نہ ہو، خواہ حدیث قولی ہو یا فعلی۔

۲۔ ألا يخالف المتوارث بين الصحابة، والتابعين في أي بلد نزلوه بدون اختصاص بمصر دون مصر.

یعنی کہ حدیث کے متن کا صحابہؓ اور تابعین کے آپس میں ٹکراؤ نہ ہو، چاہے ان کا شہر ایک ہو یا نہ ہو۔

٣- ألا يخالف عمومات الكتاب، أو ظواهره فإن الكتاب قطعي الثبوت وظواهره، وعموماته قطعية الدلالة، والقطعي يقدم على الظني أما إذا لم يخالف الخبر عاما، أو ظاهرا في الكتاب، بل كان بيانا لمجمل فيه، فإنه يأخذ به حيث لا دلالة فيه بدون بيان.

یعنی کہ حدیث عمومی یا ظاہری طور پر کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو؛ کیونکہ کتاب اللہ قطعیۃ الثبوت اور اس کے ظواہر اور عمومات ظنی الدلاۃ ہے اور قطعی ظنی پر مقدم ہوتا ہے، البتہ اگر یہ حدیث کتاب اللہ کے عمومی اور ظواہر کے مخالف نہ ہو، بلکہ کسی مجمل کا بیان ہو تو اس کو لیا جائے گا اگر اس کے مخالف کوئی اور دلیل نہ ہو۔

٤- أن يكون راوي الخبر فقيها إذا خالف الحديث قياسا جليا؛ لأنه إذا كان غير فقيه، يجوز أن يكون قد رواه على المعنى فأخطأ.

یعنی حدیث کا راوی فقی ہو اگر روایت قیاس جلی کے خلاف ہو، اس لیے اگر راوی غیر فقہی ہو اور روایت بالمعنی کیا ہو تو ہو سکتا ہے اس نے روایت نقل کرنے میں غلطی کی ہو۔

٥- أن لا يكون فيما تعم به البلوى، ومنه الحدود والكفارات التي تدرأ بالشبهات؛ لأن العادة قاضية أن يسمعه الكثير دون الواحد، أو الاثنين فلا بد والحالة هذه من أن يشتهر، أو تتلقاه الأمة بالقبول.

حدیث میں عموم بلوی نہ ہو جیسے حدود اور کفارات شبہات سے ختم ہو جاتے ہے، عام طور پر اس حدیث کے سننے والے ایک سے زیادہ ہو، تو ایسی حدیث کا مشہور ہونا ضروری ہے یا اس حدیث کو امت نے قبول کیا ہو۔

٦- ألا يسبق طعن أحد من السلف فيه، وألا يترك أحد المختلفين في الحكم من الصحابة الاحتجاج بالخبر الذي رواه.

سلف میں سے کسی نے اس پر طعن نہ کیا ہو۔

٧- وألا يعمل الراوي بخلاف خبره، كحديث أبي هريرة في غسل الإناء من ولوغ الكلب سبعا، فإنه مخالف لفتوى أبي هريرة، فترك أبو حنيفة العمل به لتلك العلة

راوی کا عمل اس کے روایت کے خلاف نہ ہو۔

٨- أن لا يكون الراوي منفردا بزيادة في المتن، أو السند عن الثقات، فإن زاد شيئا من ذلك كان العمل على ما رواه الثقات احتياطا في دين الله، ولا تقبل زيادته.[16]

راوی کوئی ایسی زیادتی نہ کرے جو ثقات راویوں کے مخالف ہو، اگر ایسی زیادتی کرے تو اس کو چھوڑ کر ثقات کی روایت پر عمل کیا جائے گا اللہ کے دین میں بطور احتیاط۔

امام صاحبؒ نے جو اصول مقرر کیے تھے انہی اصولوں کو بنیاد بنا کر احادیث بھی نقل کرتے تھے اور حدیث کی تشریح بھی کرتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ امام صاحب سند حدیث کو بھی مد نظر رکھتے تھے، لیکن متن حدیث کو زیادہ ترجیح دیتے تھے، اس وجہ سے امام صاحب نے بہت سارے مسائل میں مراسل کو بھی حجت بنائی ہے اگر وہ ان کے مقرر کردہ اصولوں پر پورا اترتے ہو۔

5 امام مالکؒ کے نقدِ حدیث کے اصول

امام مالکؒ کا تعلق مدینہ منورہ سے تھا۔ آپ کی پیدائش ۹۳ھ کی ہے۔ آپ کی وفات ۱۷۹ھ کی ہے۔ آپ حدیث کی سند و رجال کے ساتھ ساتھ حدیث کی سند پر بھی نقد کرتے تھے اور نقد متن کو زیادہ ترجیح دیتے تھے۔ امام مالکؒ کے نزدیک نقد متن کی بنیاد اہل مدینہ کا عمل تھا، یعنی امام مالکؒ اہل مدینہ کے عمل کو حدیث پر ترجیح دیتے تھے۔

"علامہ محمد بن محمد ابو زہو" نے اپنی کتاب "الحدیث والمحدثون" میں اس حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

"فاشترط الإمام مالك في قبول خبر الواحد، أن لا يعمل على خلافه الجمهور، والجم الغفير من أهل المدينة، إذ إن عملهم بمنزلة روايتهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ورواية جماعة عن جماعة أولى بالقبول من رواية فرد عن فرد"17

امام مالکؒ نے حدیث کی قبولیت کی یہ شرط لگائی کہ حدیث کے جمہور اہل مدینہ کے عمل کے خلاف نہ ہو ؛ کیونکہ جمہور اہل مدینہ کا عمل بھی بمنزل روایت ہے اور جماعت کی روایت جماعت سے یہ زیادہ راجح کسی فرد کا کسی فرد سے حدیث نقل کرنا۔

اس طرح امام مالک کے استاذ "ربیعہ بن ابی عبد الرحمن" بھی اہل مدینہ کی عمل کو ترجیح دیتے تھے۔ اس حوالے سے "شیخ ابی زھرہ" نے اپنے کے کتاب "مالک-حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقھہ" میں امام مالک کے استاذ محترم کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"وآراء ربيعة واضحة في فقه مالك رضى الله عنه ، فربيعة كان يأخذ بعمل أهل المدينة إذا وجدهم على أمر قد اتفقوا عليه ، واعتبر ذلك أقوى في إيجاب العمل من حديث الآحاد، ولذلك روى عنه أنه قال : ألف عن ألف أحب إلى من واحد، عن واحد . فإن واحداً عن واحد ينتزع السنة من أيديكم"

فقہ مالک میں ربیعہ بن ابی عبد الرحمن کی آراء واضح ہے۔ امام مالکؒ کے استاذ اہل مدینہ کے عمل کو ترجیح دیتے تھے اگر اہل مدینہ والے کسی بات پر متفق ہو جاتے اور اسی بات کو وہ زیادہ ترجیح دیتے تھے خبر واحد پر عمل

کرنے سے، اسی لیے ان کا قول ہے کہ ہزار کا ہزار سے کوئی چیز نقل کرنا زیادہ محبوب ہے میرے نزدیک اس کے کہ ایک فرد کسی ایک فرد سے نقل کرے؛ کیونکہ ایک فرد کا ایک فرد سے نقل کرنا اس بات کی دلالت ہے کہ وہ آپ کے ہاتھوں سے سنت کھینچ رہا ہے۔

متن حدیث کے ساتھ ساتھ فقہاء کرام حضرات سند حدیث کو بھی سختی سے پرکھتے تھے۔ اس لیے امام مالکؒ نے بھی روای کے لیے بھی مندرجہ ذیل شرائط مقرر کی ہیں:

"مطرف بن عبد الله قال سمعت مالكا يقول أدركت جماعة من أهل المدينة ما أخذت عنهم شيئا من العلم وإنهم لمن يؤخذ عنهم العلم وكانوا أصنافا فمنهم من كان كذابا في أحاديث الناس ولا يكذب في علمه فتركته لكذبه في غير علمه ومنهم من كان جاهلا بما عنده فلم يكن عندي أهلا للأخذ عنه ومنهم من كان يرمى برأى سوء"18

مطرف بن عبداللہ کہتے ہے کہ میں نے امام مالکؒ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ: "کہ میں نے اہل مدینہ میں سے ایک بہت بڑی جماعت سے روایت حدیث نہیں کی، ان میں سے ایک قسم کہ لوگ وہ ہیں جو عام طور پر تو لوگوں سے جھوٹ بولتے تھے، لیکن احادیث رسولؐ میں جھوٹ نہیں بولتے تھے، اور ان میں سے بعض وہ تھے جو جاہل ہے جو میرے نزدیک اہل نہیں ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو غلط رائے پیش کرتے تھے۔

کتاب" الإنتقاء في فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء" میں امام مالکؒ سے ایک اور روایت منقول ہے:

"معن بن عيسى ومحمد بن صدقة قالا كان مالك بن أنس يقول لايؤخذ العلم من أربعة ويؤخذ ممن سواهم لا يؤخذ من سفيه ولا يؤخذ من صاحب هوى يدعو إلى بدعته ولا من كذاب يكذب في أحاديث الناس وإن كان لا يتهم على حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا من شيخ له فضل وصلاح وعبادة إذا كان لا يعرف ما يحمل وما يحدث به"19

یعنی کہ امام مالکؒ چار آدمیوں سے روایت ہر گز قبول نہیں کرتے تھے: ۱۔ بے وقوف ۲۔ بدعتی جو بدعت کی طرف دعوت دے۔ ۳۔ اور نہ اس جھوٹے سے جو عام طور پر تو لوگوں سے جھوٹ بولے، لیکن آحادیث میں جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ ۴۔ صاحب فضیلت اور بزرگ شخص سے جو یہ نہیں جانتا کے میں کیا لے رہا ہو اور کیا بیان کر رہا ہو۔

یہ سلسلہ دوسری صدی ہجری کے آواخر تک چلتا رہا کہ فقہاء مجتہدین حدیث کی تحقیق اسی طریقے سے کرتے تھے۔ اس طرح اس وقت جب محدثین نے احادیث کو جمع کرنا شروع کیا اور احادیث کی تدوین کرنے لگے تو محدثین نے احکام ومسائل کے آحادیث کو

فقہاء کرام سے حاصل کیے۔ اس کے بعد جب تیسری صدی ہجری میں محدثین نے حدیث کے مقبول اور مردود ہونے کے اعتبار مندرجہ ذیل علوم کو نکھارا تاکہ موضوع اور ضعیف روایات معلوم ہو سکیں:

۱۔ علم جرح وتعدیل

۲۔ علل حدیث

۳۔ نسخ احادیث

۴۔ خلاف عقل احادیث

۵۔ خلاف قرآن احادیث

۶۔ تاریخ کے خلاف احادیث

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے بھی جب اپنی کتاب کی تالیف کے لیے مختلف لوگوں سے احادیث جمع کرنا شروع کی تو انہوں نے احادیث قبول کرنے کے لیے مختلف شرائط رکھے، اور جو کوئی ان کے شرائط پر پورا نہیں اترتا تو باوجود دور دراز سفر کے انہوں نے حدیث قبول کرنے سے انکار کیا۔

6 اہم تصانیف

حدیث کے متن اور سند کی تحقیق کے لیے مختلف تصانیف کی گئی جن میں سے ابتدائی اور کچھ بنیادی کتب مندرجہ ذیل ہیں:

1. علامہ ابن سعد زہریؒ (متوفی ۲۳۰ھ) نے اس حوالے سے بہترین کی کتاب "طبقات ابن سعد" کے نام سے لکھی۔
2. امام بخاریؒ (متوفی ۲۵۶ھ) نے اس حوالے سے "التاریخ الصغیر" اور التاریخ الکبیر" مدون کئیں۔
3. اس طرح "علی بن المدینیؒ" (متوفی ۲۳۴ھ) جو کہ امام بخاریؒ کے استاذ تھے، انہوں نے اس حوالے سے دس اجزاء پر مرتب ایک مجموعہ لکھا۔ جس کو" علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ" (متوفی ۷۷۴ھ) نے اس کو اپنی کتاب "کتاب التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاھیل" نامی کتاب ترتیب دی۔

7 خلاصہ کلام

علم درایت وہ علم ہے، جس کے ذریعے حدیث کی متن کی تحقیق ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے حدیث کی صحیح متن کا ادراک ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے سند اور متن دونوں کی تحقیق کو درایت سے تعبیر کیا ہے۔ درایت حدیث کے اصولوں کا ثبوت آپ ﷺ کے دور سے ملتا ہے۔ دور رسالت کے بعد حضرات صحابہ کرام اور تابعین نے روایت حدیث کے ساتھ ساتھ درایت حدیث پر خصوصی توجہ دی تھی۔ ان ادوار میں احادیث کی صحت کو پرکھنے کے اصولوں کی مزید تنقیح ہوئی ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ

مسلمانوں کے ہاں اصول درایت حدیث بڑی وضاحت کے ساتھ سامنے آئے، جس کی روشنی میں کسی حدیث کی صحت اور ضعف کا اندازہ ایک محدث کو جلدی ہو سکتا ہے۔

حوالہ جات

1 القرآن،1:80

Al Quran,80:1

2 القرآن،34:31

Al Quran,31:34

3 البخاری، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء باب الاستجمار وترا، بیروت، لدی دار طوق النجاۃ،1422ھ،ج:1،ص:43،الرقم الحدیث:162

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ,Kitab Al-Wazo,Bab Al-Istijmar Witra,Bayrut,Lada Daru Toq Al-Naja,1422H,1/43,Raqm Al-Hadees:162

4 ابن منظور، جمال الدین، لسان العرب، باب یاء، فصل الدال، بیروت: دار الصادر،1414ھ،ج:14ص:254

Ibn Manzoor,Jamal u Din,Bab al-Ya,Fasl al-Dal,Bayrut:Dar al-Sadir,1414H,14/254

5 امام الراغب الأصفهانی، أبو القاسم الحسین بن محمد، کتاب الفردات في غریب القران، کتاب الدال، بیروت، دمشق: دار القلم،1412ھ،ص:312

Imam Ragib Asfhani,Abu al-Qasim al-Hussian Bin Muhmmad,Kitab al-Mufradat fi Garib Al-Quran,Kitab al-Dal,Bayrut,Dimashaq:Dar al-Qalam,1412H,pg:312

[6] محمد تقی امینی، حدیث کا درایتی معیار، مکتبہ قدیمی، کراچی،1968،ص:16

Muhammad Taqi Amini,Hadees ka Dirayati Mayar,Mktaba Qadimi,Karachi,1968,Pg:16

[7] طاهر بن صالح السمعوني الجزائري، توجیه النظر إلى أصول الأثر، الفصل الرابع، الفائدة الثالثة، حلب، مکتبة المطبوعات الإسلامية،1416ھ،ج:1،ص:87

Tahir Bin Salih Al-samoniyo Al-Jazaeri,Tawjeehu al-Nazre Ila Usol Al- Asri,Al-Faslo Al-Rabi,Al-Faidat Al-Salisa,Hlab:Mktabat Al-Matboat Al-Islamia,1416H

[8] زين الدين بن علي بن احمد الشامي العاملي،، شرح البداية في علم الدراية، أصيل: قم المقدسة،1390ھ ص:6

Zian Al-Din Bin Ali Bin Ahmad Al-Shami Al-Amli,Sharh Al-Bdaya Fi Ilm Al- Draya,Asil:Qum Al-Maqdasa,1390H,pg:6

[9] حاجي خليفة، مصطفى بن عبد الله، كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، باب الها المهملة، حد النحو، دار النشر الإسلامية ومكتبة الجعفري التبريزي بطهران،ج:1،ص:635

Haji Khalifa,Mustafa Bin Abdullah,Kashf Al-Zunoon,An Asami Al-ktub wal-Funoon,Bab Al-ha Al-Muhmamla,Hadu Al-Naho,Dar Al-Nashar Al-Islamia o Maktab Al-Fafari Al-Tibrezi B-Tehran,1/635

[10] أيضاً

11 الإمام أحمد بن حنبل، مسند أحمد، حديث أبي أسيد الساعدي، مؤسسة الرسالة،1420ه۔ج:25،ص:456

Al-Imam Ahmad Bin Hambal,Musnad Ahmad,Hadees Abi Aseed Al-Saadi,Moasisa Al-Risala,1420H,25/456

12 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن،، باب ماجاء في الوضوء مما غیرت النار، بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامي،1998ء،ج:1،ص:120،الرقم الحدیث:79

Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsá, Al-Sunan,Bab Ma Jaa Fi Al-Wazo Mima Girat Al-Nar, Bayrūt, Lubnān: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1998 CE,1/120,Al-Raqam:79

13 أیضاّ

14 البخاری، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز باب قول النبي ﷺ یعذب المیت ببعض بکاء أهله ،ج:2،ص:79،الرقم الحدیث:1286

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ,Kitab Al-Janaiz,Bab Qawl Al-Nabi Saw Uazib Al-mayat Bbagzi Bakai Ahlihi,2/79,Al-Raqam Al-Hadees:1286

15 طاهر بن صالح السمعوني الجزائري، توجيه النظر إلى أصول الأثر، وهنا أمور ينبغي الانتباه لها،ج:2،ص:583

Tahir Bin Salih Al-samoniyo Al-Jazaeri,Tawjeehu al-Nazre Ila Usol Al- Asri,O Huna Amoor Ynabgi Al-Antibah Laha,2/583

16 محمد أبوزهور حمه الله، کتاب الحديث والمحديثون، الدور الرابع: السنة في القرن الثاني المبحث الثالث: النزاع حول حجية السنة في القرن الثاني، دار الفكر العربي،1378ھ،ص:281

Muhammad Muhammad,Abu Zaho Rahm ul-Allah,Kitab ul-Hadees o Al-Muhadesoon,Al-Door Al-Rabi,Al-Sunah Fi Qarni Al-Sani,Al-Mabhas Al-Salis,Hawl Hujiya Al-Sunah Fi Al-Qarni Al-Sani,Dar Al-Fikar Al-Arabi.1378H,pg:281

17 ایضاً،ص:282

18 أبو عمر، يوسف بن عبد البر النمري القرطبي، الإنتقاء في فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء، القاهرة، مكتبة القدسي،1350ھ،ص:15

Abu Umer,Yousf Bin Abdul Aziz Al-bir Al-Namry Al-Qurtabi,Al-Inteqa Fi Fazail Al-Aaima Al-Salasa Al-foqha,Al-Qahira,Maktaba Al-Qudasi,1350H,pg:15

19 ایضاً،ص:16

Ibid, P 16